جہم بن صفوان اور فرقہ جہمیہ

اسلام کے ابتدائی اعتقادی فرقوں میں سے ایک فرقہ جہمیہ ہے جس کی نسبت اس کے بانی جہم بن صفوان (م ۱۲۸ھ) کی طرف ہے ابتداہی سے اس فرقہ کے عقائد اس حد تک گمراہ کن سمجھے گئے کہ بقول ابن القیم (م ۷۵۱ھ) اس فرقہ کو اسلام کا داخلی دشمن قرار دیا گیا۔ اور اس کے خلاف نبرد آزمائی کو جہاد کہا گیا۔ اس میں شک نہیں کہ محدثین نے فرقہ جہمیہ کے عقائد کا سختی سے نوٹس لیا اور ہر ممکن طور سے اپنی تحریروں میں ان عقائد کی تردید کی ، بقول ابن القیم تمام محدثین جہمیہ کے متعلق ایک ہی رائے رکھتے ہیں یعنی یہ کہ ایک گمراہ فرقہ ہے ، اور اس کی تردید میں حصہ لینا اپنا فرض منصبی ہے ، لیکن ان عقائد کی تردید میں مختلف طریقے استعمال کئے ۔ جس کی تین صورتیں تھیں ان میں ایک صورت یہ تھی کہ عقیدہ جہمیہ کی تردید میں صرف تدات حدیث (احادیث) کی تحریر پر اکتفا کرتے تھے لہ جس سے یہ بتانا مقصود ہوتا تھا کہ عقیدہ جہمیہ کی تردید اس حدیث (احادیث) سے ہوتی ہو۔

بہر حال اس بارے میں کہ سب سے پہلے وہ کون محدث ہیں جنھوں نے جہمیہ عقائد کی تردید میں کتاب لکھی یہ کہا جاتا ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) سب سے پہلے محدث ہیں جنھوں نے جہمیہ کی تردید میں کتاب لکھی (۲)

دوسری بات جو اس سلسلے میں کہی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ جہم بن صفوان صرف ایک عقیدہ کا بانی تھا جو وجود باری سے متعلق ہے ، ، باقی عقائد جہمیہ کا جہم بن صفوان سے کوئی تعلق نہیں ، بعد کے لوگوں

نے اس کو وضع کیا اور جہم بن صفوان کی طرف منسوب کر دیا (۴)

اس بات کی خارجی شہادتیں تو بہت ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ جہم بن صفوان ہی تمام عقائد کا بانی تھا، جس کی تردید احمد بن حنبلؒ سے پہلے کے محدثین کرتے رہے ہیں لیکن نہ تو اس کی کوئی قطعی اور داخلی شہادت پیش کی جا سکتی ہے اور نہ اس بات کی کہ احمد بن حنبلؒ سے پہلے کسی محدث نے کوئی مستقل کتاب جہمیہ عقائد کی تردید میں تحریر کی ہے۔

لیکن اب ایک ایسی کتاب دستیاب ہو چکی ہے جو نہ صرف یہ بات ثابت کرتی ہے کہ احمد بن حنبل سے پہلے بھی ایک محدث نے ایک کتاب جہمیہ عقائد کی تردید میں لکھی ہے۔ بلکہ یہ بات بھی ثابت کرتی ہے کہ جہم بن صفوان خود تمام عقائد کا بانی تھا۔ اور اس کتاب کے مصنف ابراہیم بن طہمان المحدث الفقیہ ہیں جن کا انتقال ۱۶۳ھ میں مکہ مکرمہ میں ہوا۔

قبل اس کے کہ نفس موضوع سے بحث کی جائے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کے مختصر حالات بیان کر دیئے جائیں۔

ابراہیم بن طہمان الخراسانی تقریباً ۱۰۰ھ میں خراسان میں پیدا ہوئے[4] طلب علم کے لئے مختلف علمی مراکز مثلاً کوفہ، بصرہ، شام، بغداد، مکہ اور مدینہ گئے۔ فراغت کے بعد واپس لوٹے اور باشان[5] میں مقیم ہوگئے۔ ابراہیم بن طہمان اپنے وقت کے زبردست محدث[6] تھے، مرجئہ عقائد کے قائل، اور جہمیوں کے سخت مخالف[7] تھے، ان کی مخالفت کی کیفیت کا اندازہ خطیب بغدادی کے بیان سے کیا جا سکتا ہے، خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ ابراہیم بن طہمان ایک دفعہ حج کے ارادے سے وطن سے روانہ ہوئے اور نیشاپور آئے، لیکن یہاں آکر معلوم ہوا کہ نیشاپور جہمیوں کا مرکز ہے، اس لئے ابراہیم بن طہمان یہ کہتے ہوئے کہ جہمیوں کا مقابلہ کرنا حج سے افضل ہے۔ سفر حج کو ملتوی کر دیا۔ اور اپنی تمام کوششیں جہمیوں کی تردید کے لئے وقف کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نیشاپور سے جہمیوں کا خاتمہ ہو گیا۔ اور تمام لوگ مرجئی عقیدہ کے قائل ہو گئے[8] یہ واقعہ زیادہ سے زیادہ ۱۵۸ھ کا ہو سکتا ہے، اس مرحلہ سے فارغ ہو کر، حج کے لئے روانہ ہوئے جہاں ۱۶۳ھ میں مکہ مکرمہ میں ان کا انتقال ہو گیا۔ (۹)

یہ کتاب (مخطوطہ) ظاہریہ لائبریری دمشق میں محفوظ ہے جو ۲۰۸ حدیثوں پر مشتمل ہے، کتاب کا عنوان (TITLE) "مشیخۃ ابراہیم بن طہمان" (یعنی ابراہیم بن طہمان کے شیوخ کی فہرست) ہے لیکن حقیقت

یہ ہے کہ کتاب "سنن ابراہیم بن طہمان" ہے۔ اس لئے کہ اس میں "سنن" کی تمام خصوصیات پائی جاتی ہیں نہ کہ "مشیخہ" کی۔۱۱

اب ہم نفس موضوع کی طرف آتے ہیں۔ یعنی یہ کہ موجودہ کتاب جہمیہ عقائد کی تردید میں لکھی ہوئی پہلی کتاب ہے، اس سلسلے میں یہ بتادینا ضروری ہے کہ جہمیہ کے وہ کیا عقائد تھے جن کی تردید محدثین نے کی ہے۔

جہمیہ فرقہ کے عقائد یہ ہیں :

۱. اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ یا کسی پیغمبر سے ہم کلام نہیں ہوا۔
۲. اللہ تعالیٰ کا کوئی جسم نہیں اس لئے اس کے مختلف جوارح مثلاً کان، آنکھ، پیر، ہاتھ وغیرہ نہیں ہو سکتے۔
۳. خدا کی نہ کرسی ہے اور نہ عرش اور نہ ہی اس کا تخت جس پر وہ متمکن ہوتا ہے۔
۴. عذابِ قبر کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔
۵. جنت اور جہنم ابھی پیدا نہیں کئے گئے ہیں۔
۶. پیدا کرنے کے بعد جنت و جہنم فنا کر دیئے جائیں گے۔
۷. دنیا میں جتنی چیزیں پیدا ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ کو ان کا علم ان کے پیدا ہونے کے بعد ہوتا ہے۔
۸. انسان مجبور محض ہے۔
۹. خدا تعالیٰ کو کوئی نہیں دیکھ سکتا، نہ بہشت والے نہ دوزخ والے وغیرہ وغیرہ

جہمیہ کے اعتقادات کی پوری فہرست الملطی نے اپنی کتاب "کتاب التنبیہ" میں دی ہے۔

یوں تو ابراہیم بن طہمان کی موجودہ کتاب میں جہمیہ فرقہ کے تقریباً سارے عقائد کی تردید کی گئی۔ لیکن یہاں صرف ان میں سے چند کو بیان کیا جاتا ہے۔

۱. اللہ تعالیٰ کا ہم کلام ہونا

جہمیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کلام نہیں کرتا، نہ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے کلام کیا اور نہ کسی دوسرے پیغمبر سے (۱۲)

اس عقیدہ تردید میں الدارمی نے "الایمان بکلام اللہ" کے عنوان کے تحت تین حدیثیں بیان کی ہیں

۱۔ احتج آدم وموسیٰ ۔۔۔۔ قال موسیٰ ارنا آدم ۔۔۔۔

۲۔ ثلثة لا یکلمھم اللہ یوم القیامة

۳۔ ذقی احدکم وجھہ ۔۔۔۔ ما منکم احد الا سیکلمہ اللہ ۔۔۔۔ (۱۳)

امام بخاریؒ اس بات کے ثبوت میں کہ اللہ تعالیٰ موسیٰ سے ہم کلام ہوا۔ مختلف حدیثیں پیش کرتے ہیں جن میں سے ایک حدیث مندرجہ بالا حدیث ۲ ہے[۱۴] اور اسی حدیث کو ابن خزیمہ "ان اللہ یکلم عبادہ یوم القیامة" تحت بیان کرتے ہیں (۱۵)۔

ابراہیم بن طہمان نے مندرجہ بالا تینوں حدیثوں کو اپنی کتاب میں بیان کیا ہے (۱۶)

امام بخاریؒ اس بات کے ثبوت میں کہ اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے۔ "باب ما کان یذکر ویرویہ عن ربہ عز وجل" کے تحت مندرجہ ذیل چار حدیث قدسی بیان کرتے ہیں[۱۷]

۱۔ یرویہ عن ربہ من تقرب الی شبرا ۔۔۔ (۱۸)

۲۔ یرویہ عن ربکم لکل عمل کفارة ۔۔۔۔ (۱۹)

۳۔ یرویہ عن ربہ انک تاتینی بقراب الارض ۔۔۔۔ (۲۰)

۴۔ یحکی عن ربہ استقرضت من بنی آدم ۔۔۔۔ (۲۱)

ابراہیم بن طہمان نہ صرف یہ کہ مندرجہ بالا حدیث قدسی کو بیان کرتے ہیں[۲۲]۔ بلکہ اس کے علاوہ بھی تین احادیث قدسی بیان کرتے ہیں[۲۳]۔

مزید برآں الملطی نے جہمیہ کے اس عقیدہ کی تردید میں حدیث: تحاج آدم وموسیٰ ۔۔۔۔ قال موسیٰ یا رب ارنا ۔۔۔۔ فاراہ اللہ" بیان کی ہے (۲۴) اور اسی حدیث کو ابن خزیمہ نے "ان اللہ سبحانہ کلم موسیٰ من وراء حجاب" کے تحت بیان کی ہے۔ (۲۵)

ابراہیم بن طہمان نے اس حدیث کو دو سندوں سے بیان کیا ہے (۲۶)۔

احمد بن حنبلؒ نے جہمیہ زنادقہ کے اس عقیدہ کی پرزور تردید کی ہے اور اس سلسلے میں حدیث "ذقی احدکم وجھہ" ۔۔۔ " بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ لوگ (جہمیہ) اس حدیث کا کیوں کر انکار کرتے ہیں۔ (۲۷)

ابراہیم بن طہمان نے بھی اس حدیث کو اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے[۲۸]

۲. خدا تعالیٰ کا علم

صفت علم کے متعلق جہمیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ دنیا میں جتنی چیزیں پیدا ہوتی ہیں خدا تعالیٰ کو ان کے متعلق ان کی پیدائش کے بعد علم ہوتا ہے۔ پیدائش سے پہلے نہیں۔(۲۹)

محدثین نے اس عقیدہ کی تردید کی ہے۔ چنانچہ الدارمی نے ان کی تردید مندرجہ ذیل تین حدیثیں "باب ذکر علم اللہ تعالیٰ" کے تحت بیان کی ہیں۔

۱. ان خلق احدکم یجمع فی بطن امه.... فیقول اکتب رزقه واجله... (۳۰)

۲. خرجنا مع رسول اللہ صلعم فی جنازۃ.... الا وقد کتب مکانها... (۳۱)

۳. ارأیت عملنا هذا.... قال بل لما فرغ منه.... (۳۲)

ابراہیم بن طہمان نے یہ تینوں حدیثیں بیان کی ہیں۔(۳۳)

۳. عرش، خدا تعالیٰ کا اس پر متمکن ہونا:

جہمیہ عقیدہ یہ ہے کہ نہ عرش کا کوئی وجود ہے اور نہ کرسی کا اس لئے خدا کا عرش کرسی پر متمکن ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا (۳۴)

محدثین نے اس عقیدہ کی تردید کی ہے اور اس بات کے ثبوت میں کہ عرش موجود ہے اور خدا تعالیٰ اس پر متمکن ہوتا ہے مندرجہ ذیل دو حدیثیں پیش کی ہیں:

۱. مرت سحابة علی رسول اللہ صلعم.... وفوق ذلك العرش (۳۵)

۲. "اهتز العرش لموت سعد بن معاذ" (۳۶)

ابراہیم بن طہمان نہ صرف یہ کہ انہی دو حدیثوں(۳۷) کو بیان کرتے ہیں بلکہ اس سلسلے میں مزید ایک حدیث اور بیان کرتے ہیں جو ظاہر کرتی ہیں کہ عرش موجود ہے(۳۸)

۴. جنت اور جہنم اور اس کی تخلیق

جہمیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ جنت و جہنم کی ابھی تک پیدائش نہیں ہوئی ہے (۳۹)

محدثین اس عقیدہ کو باطل قرار دیتے ہیں۔ اس کو ثابت کرنے کے لئے کہ دونوں پیدا کر دیئے گئے ہیں۔ الملطی نے حدیث: قلنا یارسول اللہ عن الجنۃ ما بناؤھا..." بیان کی ہیں (۴۰)

ابراہیم بن طہمان اس سلسلے میں اس حدیث کو(۴۱) بیان کرنے کے علاوہ دوسری حدیث کا بھی ذکر کرتے ہیں (۴۲)

۵. جنت و جہنم کا خلود

جہمیہ عقیدہ ہے کہ جنت و جہنم پیدا کئے جائیں گے لیکن پھر فنا کر دیئے جائیں گے (۴۳)

محدثین بالاتفاق اس عقیدہ کی تردید کرتے ہیں اور جنت و جہنم کے خلود کے سلسلہ میں الملطی حدیث "فی الجنۃ شجرۃ یسیر الراکب..... بیان کی ہے۔(۴۴)

ابراہیم بن طہمان نے اس حدیث کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ایک اور متعلقہ حدیث بیان کی ہے (۴۶)۔

۶. مسئلہ جبر

فرقہ جہمیہ کی شہرت جن عقیدوں کی بنیاد پر ہے ان میں سب سے اہم عقیدہ جبر ہے (۴۷) اس سے مراد یہ ہے کہ جو اعمال و افعال انسان سے ظاہر ہوتے ہیں وہ انسان سے منسوب نہیں کئے جا سکتے اس لئے کہ ان کا فاعل اور موجد انسان نہیں ہے۔ انسان مجبور محض ہے، انسان سے اعمال کی نسبت ہے جیسے کہا جائے کہ دریا جاری ہے یا درخت حرکت کرتا ہے۔

ابن حجر العسقلانی حدیث " احتج آدم و موسیٰ..... " کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ابن عبدالبر کا قول ہے کہ حدیث مذکور سے اگرچہ ظاہری طور پر جبریہ کی تائید ہوتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ قدریوں کی سب سے اہم دلیل ہے(۴۸) اسی طرح الخطابی نے اس سلسلہ میں لکھا ہے کہ اکثر لوگ کو اس بات کے قائل ہیں کہ "قضاو قدر" کو مان لینے سے یہ مان لینا ضروری ہو جاتا ہے کہ انسان مجبور محض ہے(۴۹)۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسا نہیں ہے اور حدیث مذکور سے ایسی کوئی بات ثابت نہیں کی جا سکتی۔

جہاں تک محدثین کا تعلق ہے وہ اپنی کتابوں میں "القدر" سے متعلق احادیث ضرور بیان کرتے ہیں جس سے ان کا مقصد ایک طرف دو متضاد عقیدوں۔ جبریہ اور قدریہ۔ کی تردید ہے تو دوسری جانب ان کا مقصد یہ بتانا ہوتا ہے کہ اصل اور صحیح عقیدہ ان دونوں عقیدوں کے درمیان ہو۔ جس کے محدثین اور عامۃ المسلمین قائل ہیں

اور ان کا عام قاعدہ ہے کہ وہ اپنی سنن کی کتابوں میں ایک باب "القدر" کے لئے مخصوص کرتے ہیں۔ اور اس کے تحت مختلف احادیث پیش کرتے ہیں۔ جن کی اکثر احادیث مشترک ہوتی ہیں۔

بحیثیت محدث ابراہیم بن طہمان کا قدر سے متعلق ۱۳ احادیث کا مسلسل بیان اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ بھی جبریہ یعنی جہمیہ اور قدریہ کی تردید کرتے ہیں[۵۰] جو "باب القدر" کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اس حقیقت کے پیش نظر کہ:

۱. ابراہیم بن طہمان جہمیوں کے سخت مخالف تھے۔

۲. آپ نے نیشاپور میں سفر حج صرف اس لئے ملتوی کیا تھا کہ جہمیوں کا مقابلہ کر سکیں۔

۳. آپ نے احمد بن حنبل سے تقریباً ۸۰ سال پہلے اکثر جہمیہ عقائد کی تردید کی جو آپ کی کتاب میں موجود ہے، یہ بات بلا خوف تردید کہی جا سکتی کہ ابراہیم بن طہمان پہلے محدث ہیں جنھوں نے ردِ جہمیہ میں پہلی کتاب لکھی جو بقول ابن القیم ان محدثین میں سے تھے "جنھوں نے جہمیہ عقائد کی تردید میں صرف احادیث متعلقہ کا ذکر کرنے پر اکتفا کی"۔

جہم بن صفوان کا انتقال ۱۲۸ھ میں ہوا اور ابراہیم بن طہمان نے اپنی کتاب "کتاب السنن فی الفقہ" میں اکثر عقائد جہمیہ کی تردید ہے، کتاب کی تاریخ تالیف زیادہ سے زیادہ ۱۵۸ھ ہو سکتی ہے؛ بالفاظ دیگر اکثر عقائد جہمیہ کی تردید صرف ۳۰ سال کے اندر ہو گئی۔

جہم بن صفوان خود ایک ادیب[۵۱] تھے اور مختلف عقیدوں کے خلاف نبرد آزما رہے[۵۲] اس لئے انہوں نے اپنے خیالات کو ضرور قلم بند کیا ہوگا۔ اس کی تصدیق ابن بطہ کے بیان سے ہوتی ہے "میں کچھ ان لوگوں کا ذکر کرتا ہوں جو صاحب تصنیف ... جہم بن صفوان بھی ان ہی سے ایک ہے جس نے ایک "مقالہ" لکھا تھا اور اس میں لکھے ہوئے عقائد کی پیروی کچھ گمراہ لوگوں نے کی ...."(۵۳)

یہ تو معلوم نہیں کہ ابراہیم بن طہمان نے اس "مقالہ" کو دیکھا تھا لیکن ابراہیم بن طہمان کے جواب کی نوعیت کے پیش نظر یہ کہنا درست ہوگا کہ اس کو عقائد جہمیہ کا علم تھا جس کی تردید اس نے اپنی موجودہ کتاب میں کی ہے اس طرح یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ جہم بن صفوان ہی تمام اہم عقائد جہمیہ کا بانی تھا۔

کتابیات

(۱) ابن القیم، اجتماع الجیوش الاسلامیۃ۔ مطبع امام، قاہرہ ص ۱۱۸

(۲) انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، طبع دوم جلد اول ص ۳۸۸

(۳) نفس مصدر

(۴) الاعظمی، محمد حنیف، دراسات فی الحدیث النبوی، بیروت ۱۹۶۸ء ص ۱۳۸

(۵) ہرات کے قریب دوار میں ایک قصبہ ہے، یاقوت الحموی، معجم البلدان، بیروت ۱۹۵۵ء جلد ا ص ۳۲۲

(۶) الخطیب البغدادی، تاریخ بغداد، بیروت، جلد ۶ ص ۱۱۰۔

(۷) نفس مصدر، ص ۱۰۵

(۸) نفس مصدر، ص ۱۰۷ "نخرج یرید الحج. نقدم نیسا بور فوجد هم علی قول جهم فقال: الاقامة علی هولاء افضل من الحج، فاقام فنقلهم من قول جهم الی الارجاء؟

(۹) ابن حجر، تہذیب التہذیب، حیدرآباد دکن ۱۳۲۷ھ جلد اول ص ۱۳۱ ۔

(۱۰) فہرست مخطوطات (حدیث) ظاہریہ لائبریری، دمشق ۱۹۷۰، ۱۲۹۰ھ/۱۸، مجموعہ ۱۰۷ ص ۴

(۱۱) تفصیل کے لئے دیکھیں "محدثین اور جہمیہ"، "المعارف" لاہور، جلد ۱۲، شمارہ، جون ۱۹۷۹ء ص ۲۹-۲۴۔

Life and work of Ibrahim b. Tahman by Abu Tahir Mearick - P.H.Soc Journal Jan 1976

(۱۲) الملطی، محمد بن احمد بن عبدالرحمٰن. التنبیه والرد علی اهل الاهواء والبدع (التنبیه) قاہرہ ۱۹۴۹ء، ص ۱۲۰، الجیلانی عبدالقادر، الغنیه لطالب طریق الحق (الغنیه) قاہرہ طبع دوم، ۱۹۵۶ء جلد اول ص ۹۰

(۱۳) الدارمی عثمان بن سعید، ابوعثمان، کتاب الرد علی الجہمیه Leiden ۱۹۶۰ء ص ۳۲، حدیث مختلف اسناد سے مذکور ہے۔

(۱۴) البخاری، محمد بن اسمٰعیل الجعفی کتاب خلق افعال العباد (عقائد السلف میں بہ تحقیق علی سامی النشار شائع شدہ، اسکندریہ، ۱۹۷۱ء ص ۱۳۴۔

(۱۵) ابن خزیمہ، محمد بن اسحاق، کتاب التوحید، قاہرہ ۱۹۶۸ء ص ۱۵۰۔

(۱۶) حدیث نمبر ۸۹، ۱۲۲ اور ۱۶۔

(۱۷) حدیث قدسی، حدیث کی اس قسم کو کہتے ہیں جس میں حدیث کے الفاظ گویا الفاظ خداوندی ہوتے ہیں اور جس میں یرویه عن ربه/ یحکی جیسے الفاظ مذکور ہوتے ہیں۔

(۱۸) کتاب خلق افعال العباد ص ۱۸۸ ۔

(۱۹) " "

(۲۰) " " ص ۱۸۹ ۔

(۲۱) " "

(۲۲) حدیث ۱۲۷، ۱۰۷، ۱۱۶ اور ۱۰۲ علی الترتیب

(۲۳) حدیث ۸۰، ۱۰۳ اور ۱۰۴ ۔

(۲۴) الملطی، کتاب التنبیہ، ص ۱۲۷

(۲۵) ابن خزیمہ، کتاب التوحید ص ۱۴۳ ۔

(۲۶) حدیث ۸۹، ۹۳ ۔

(۲۷) احمد بن حنبل، الرد علی الزنادقہ والجہمیہ (عقائد السلف مرتبہ علی السامی النشار کے ساتھ مطبوعہ) اسکندریہ ۱۹۷۱، ص ۰

(۲۸) حدیث ۱۶

(۲۹) البغدادی، عبد القاہر، الفرق بین الفرق (الفرق) قاہرہ ۱۹۹ البزدوی، محمد بن محمد بن عبد الکریم کتاب اصول الدین، قاہرہ، ۱۹۶۳ء ص ۹۰ ۔

(۳۰) الدارمی، الرد علی الجہمیہ، ۳۲۱ ۔

(۳۱) نفس مصدر ص ۳۲۲

(۳۲) " "

(۳۳) حدیث ۸۲، ۸۳ اور ۹۱ ۔

(۳۴) ابن حنبل، الرد علی الزنادقہ، ص ۹۲ الدارمی، الرد علی الجہمیہ ۲۶۳، ۲۶۷، ابن خزیمہ، کتاب التوحید ۱۰۱، الملطی، التنبیہ، ۹۶ ۔

(۳۵) الدارمی، الرد علی الجہمیہ، ص ۲۶۳ ابن خزیمہ، کتاب التوحید ۱۰۱، ۱۰۲ الملطی، التنبیہ ۹۸ ۔

(۳۶) الملطی، التنبیہ ص ۹۸

(۳۷) حدیث ۱۸، ۱۴۰ ۔

(۳۸) حدیث ۲۱

(۳۹) الملطی، التنبیہ ۹۵، البغدادی، عبدالقاہر، اصول الدین ۲۳۷، الجیلانی، غنیۃ، جلد اول ص ۹۰ -

(۴۰) للملطی، التنبیہ، ۱۳۰،

(۴۱) حدیث ۳۳

(۴۲) حدیث ۱/۸، ۱۱۹، ۱۳۸۔

(۴۳) الملطی، التنبیہ ۹۵، البغدادی عبدالقاہر، الفرق بین الفرق ص ۳۳۸، اصول الدین ص ۲۳۸، الخیاط کتاب الانتصار والرد علی ابن الراوندی، قاہرہ ۱۹۲۵، ص ۱۲، الجیلانی غنیہ جلد اول - ص - ۹

(۴۴) الملطی، کتاب التنبیہ ۱۳۴ -

(۴۴) الملطی، کتاب التنبیہ ۱۳۴۔

(۴۵) حدیث ۱۳۰

(۴۶) حدیث ۳۵، ۴۵ -

(۴۷) البغدادی، عبدالقاہر، الفرق ۲۱۲، البزدوی ، اصول الدین ۲۵۲ -

(۴۸) ابن حجر فتح الباری، قاہرہ ۵۹، جلد ۱۳، ص ۳۱۲ -

(۴۹) ابن حجر، فتح الباری، نفس صفحہ، شمس الحق، عون المعبود، المدینۃ المنورۃ ۱۹۶۶ء، جلد ۱۲ ، ص ۴۵۲ -

(۵۰) حدیث ۸۲، ۹۳ -

(۵۱) ابوداؤد مسائل احمد بن حنبل، بیروت، تاریخ طبع ندارد، ص ۱۰۴ -

(۵۲) قدریہ کے خلاف (ابن عساکر تبیین کذب المفتری فیما نسب الی الامام ابی الحسن الاشعری، دمشق ۱۳۴۷ھ، ۱۱۱، (قہ سمانیہ کے خلاف (ابن حنبل، الرد علی الزنادقۃ، ص ۶۵، ابن عبدربہ، العقد الفرید، ۱۹۴۰ء ۱۹۵۳، جلد ۲ ص ۲۲۴) مقاتل بن سلیمان کے خلاف (البغدادی، تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۱۶۳، الذہبی، میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۱۷۳) حفص بن سالم، المعتزلی کے خلاف، (ابن المرتضی، کتاب طبقات المعتزلہ، قاہرہ ۱۹۶۲ء ص ۴۴ - ۳۰ ھ) اموی حکومت کے خلاف، حارث بن سریج کے سیکریٹری کی حیثیت سے (الطبری، تاریخ جلد دوم ص ۱۹۱۹) اور پھر محدثین کے خلاف

(۵۳) ابن بطہ، کتاب الشرح والابانۃ، دمشق ۱۹۵۸ء، ص ۹۰-۹۱ -